



## سوال

ہم والدہ، 5 بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ والد صاحب نے ایک مکان 22 لاکھ کا خریدا تھا جس میں 16 لاکھ ایک بھائی نے دیا تھا اور باقی والد صاحب کے پیسے تھے۔ والد صاحب نے زندگی میں ساری اولاد سے کہہ دیا تھا کہ یہ مکان دو چھوٹوں کے نام کرواؤں گا، ایک وہ جس نے 16 لاکھ دیا ہے اور دوسرا اس سے بڑا۔ والد صاحب نے کہا کہ دوسرا بھائی ورثاء میں سے جو حصہ لینا چاہے گا سب کو مکان میں میرے حصے کے 6 لاکھ کے حساب سے شرعی حصہ دے گا، اور کہا کہ اگر تم حصہ نہ لو گے تو میں خوش ہوں گا۔ پھر میں یہ مکان ان دونوں کے نام کروادوں گا۔ مگر والد صاحب کی زندگی نے وفانہ کی۔ اب اس مکان میں وہ دونوں بھائی بمعہ اہل و عیال رہ رہے ہیں۔ والدہ بھی شرعی حصہ نہیں لینا چاہتی، ہاں بقیہ زندگی اس مکان میں گزارنا چاہتی ہیں اور ہم سب بھی اس پر راضی ہیں۔ میں والد مرحوم کی جائداد میں سے حصہ نہیں لینا چاہتا اور یہ چاہتا ہوں کہ جب بھی مکان تقسیم ہو میں زندہ نہ بھی ہوں تو میرا حصہ والد صاحب کی خواہش اور زبانی وصیت کے مطابق صرف ان دونوں بھائیوں کو ملے۔ اس کے لیے میں شرعی طور پر کیا کروں؟

## جواب

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی ساری زندگی اسلامی تعلیمات کے مطابق گزارے۔ شریعت نے کسی انسان کے فوت ہونے کے بعد اس کی جائیداد کو ورثاء میں تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے، اس لیے جائیداد کی تقسیم جتنی جلدی ممکن ہو سکے کہ دینی چاہیے تاکہ لڑائی جھگڑوں اور حق تلفی سے بچا جاسکے۔

آپ کے سوال سے یہ محسوس ہو رہا ہے کہ آپ کے بھائی نے 16 لاکھ روپے اس ارادے سے دیے تھے کہ وہ مکان اتنا اس کی ملکیت ہو گا جتنے کی قیمت 16 لاکھ روپے بنتی ہے۔ باقی کے 6 لاکھ روپے آپ کے والد صاحب نے دیے تھے اتنے حصے کے مالک وہ ہوں گے۔

آپ کے والد صاحب کا ارادہ تھا کہ وہ اس مکان کو سب سے چھوٹے بیٹے (جس نے مکان کی قیمت میں کوئی رقم ادا نہیں کی) اور اس سے بڑے (جس نے 16 لاکھ روپے ادا کیے ہیں) کے نام کریں گے، اس حوالے سے عرض ہے کہ انسان اولاد کو اپنی زندگی میں جو مال دیتا ہے وہ عطیہ اور گفٹ ہوتا ہے، اور اولاد کو گفٹ دیتے وقت ان میں برابری کرنا ضروری ہے جیسا کہ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے کچھ مال دیا تو میری ماں نے کہا کہ میں اس وقت تک خوش نہیں ہوں گی جب تک آپ (بشیر رضی اللہ عنہ) اس مال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ نہ بنا لیں؟ میرے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ کو گواہ بنائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَفَلَيْتَ هَذَا بَوْلِكَ كَلِمَةً؟ قَالَ: لَا، قَالَ: الشُّقْوَاءُ وَاللَّهِ وَأَعْدَاؤُنِي أَوْلَادُكُمْ (صحیح البخاری، البیہ وفضلہا والتحریر علیہا: 2587، صحیح مسلم، البیہات: 1623)

کیا تو نے اپنی ساری اولاد کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا ہے؟ (یعنی تو نے سب کو یہ مال دیا ہے)، تو میرے والد نے کہا: نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ سے ڈر جاؤ (تقویٰ اختیار کرو) اور اپنی اولاد کے مابین عدل کرو سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: میرے باپ نے مجھ سے وہ گفٹ واپس لے لیا۔

بعض احادیث میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشیر رضی اللہ عنہ سے کہا:

أَلَيْسَ يَشْرُكَ أَنْ يَكُونُوا فِي الْبِرِّ سَوَاءً؟ قَالَ: نَعَى قَالَ: فَلَا أَدَا (الأدب المفرد: 69). (صحیح)



کیا تجھے لہجہ نہیں لگتا کہ وہ (تیری اولاد) تیرے ساتھ حسن سلوک میں بھی برابر ہوں؟ تو انہوں نے کہا: بالکل، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر ایسا نہ کر۔ اگر باپ اپنی اولاد میں سے کسی ایک بیٹے یا بیٹی کو ان کی تنگ دستی یا کسی اور معقول وجہ کی بنا پر کوئی چیز عطیہ کرنا چاہتا ہے تو باقی تمام اولاد کی دلی طور رضامندی اور خوشی ضروری ہے، اگر وہ خوشی خوشی اس کام کی اجازت دے دیں تو یہ جائز ہے ورنہ سب میں برابری ضروری ہے۔

چونکہ آپ کے والد محترم وفات پانچے ہیں، گھر کی قیمت میں 6 لاکھ روپے انہوں نے اولکیے تھے، اسی حساب سے وہ گھر کے مالک تھے، یعنی گھر کے 27.27 حصے کے مالک آپ کے والد محترم تھے، باقی 72.73 حصے کا مالک وہ بھائی ہے جس نے گھر کی قیمت سے 16 لاکھ روپے اولکیے تھے۔

گھر کے 27.27 حصے کے مالک آپ کے والد صاحب تھے۔ ان کی وفات کے بعد یہ حصہ ان کا ترکہ شمار ہوگا اور تمام ورثاء میں شریعت کے طے کردہ حصے کے مطابق تقسیم ہوگا۔ گھر کے 27.27 حصے میں سے میت کی بیوی (والدہ) پانچ بیٹے اور دو بیٹیوں کو حصہ ملے گا۔

یاد رہے کہ اس 27.27 حصے میں آپ کے اس بھائی کا بھی حصہ ہے جس نے مکان کی قیمت میں 16 لاکھ روپے اولکیے تھے، کیوں کہ یہ اس کے والد کی جائیداد ہے اسے بھی اس جائیداد سے حصہ ملے گا۔

والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرنا واجب ہے، وہ اپنی خوشی سے جس گھر میں، جس بیٹے کے پاس رہنا چاہیں رہ سکتی ہیں۔ تمام اولاد پر والدہ کے ساتھ لہجہ رویہ رکھنا اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنا واجب ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی آیا اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: تیری ماں، اس نے کہا: پھر کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: تیری ماں، اس نے کہا: پھر کون ہے؟ فرمایا: پھر تمہارا والد۔ مسلم، البر والصلیة والآداب: (2548)

اگر آپ باپ کی جائیداد سے حصہ نہیں لینا چاہتے اور اپنا حصہ دونوں بھائیوں کو دینا چاہتے ہیں تو یہ آپ کا ان پر احسان ہے اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ چونکہ والد کی وفات کے بعد آپ کا بھی گھر کے 27.27 میں سے حصہ ہے، آپ اپنی زندگی میں ہی اپنا حصہ دونوں بھائیوں کو دے سکتے ہیں۔

لیکن آپ اپنے بھائیوں کو حصہ دینے وقت دو گواہ بھی بنائیں، اسلام نے حکم دیا کہ جب بھی کوئی معاملہ کیا جائے تو دو گواہ بنالیے جائیں تاکہ بعد میں اگر کسی قسم کا اختلاف پیدا ہو جائے تو گواہی موجود ہونے کی وجہ سے اس اختلاف کو باآسانی ختم کیا جاسکے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رَجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى (البقرة: 282)

اور اپنے مردوں میں سے دو گواہوں کو گواہ بنا لو، اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے جنہیں تم گواہوں میں سے پسند کرتے ہو (اس لیے) کہ دونوں میں ایک بھول جائے تو ان میں سے ایک دوسری کو یاد دلا دے۔

واللہ اعلم بالصواب

محدث فتویٰ کمیٹی